Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.104, 2016 pp 23 - 34

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۶ء، شمارہ ۱۰۴

کشمیری ادب وثقافت پر ایرانی اثرات

ڈاکٹر خواجہ زاہد عزیز/ ڈاکٹر سید علی رضا☆

Abstract:

Kashmir is a land of unsurpassed beauty having the known history of about five thousand years, ruled by Hindus, Buddhists, Muslims and Sikhs. It has lingual and cultural relations with Persia from ancient times. Islam made its way into Kashmir not by forcible conquest but by the preachings of a group of accomplished mystics of Iran and Central Asia. These missionaries not only propagated the Islam but also introduced Persian language, literature, arts and crafts in Kashmir. Persian language began to be studied by the Kashmiri rulers and nobles and presided over by eminent scholars from Persia. Irani preachers replaced the official language of Kashmir, Sanskrit, by Persian as a court language of Kashmir. Persian language remained the official language of Kashmir for five hundred years. Irani language and culture has a great effect on Kashmiri culture and language.

Key Words: Beauty, Lingual, Cultural, Persia.

ریاست کشمیر کو بالعموم جنت نظیر، ایران صغیر اور وادی لالہ وگل جیسے پُرکشش ناموں سے پُکارا جاتا ہے۔ سرزمین کشمیر اپنے طبعی رنگ ونور اور اس کے باشندے اپنی رنگین مزاجی ولطافت طبع کے لحاظ سے ایران اور اہل ایران سے بہت مشابہ ہیں۔ فنون لطیفہ کی جن پاکیزہ روایتوں کے لیے ایران خاص شہرت رکھتا ہے۔ اُن ہی روایتوں کے لیے کشمیر بھی مشہور ہے۔ کشمیر نے اپنے معاشرے پر ایران کا اچھا خاصا اثر لیا ہے اور یہ اثر اس قدر مقبولیت اختیار کر گیا کہ کشمیر ایران صغیر کہلانے لگا:

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ کشمیریات، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ کشمیریات، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایران صغیر (۱)

ریاست جموں وکشمیر براعظم ایشیا کے تقریباً وسط اور برصغیر پاک و ہند کے عین شمال میں واقع ہے۔ جنوبی اور وسطی ایشیا کے درمیان میں واقع ہونے کے باعث اسے ایشیا کا دل اور برصغیر کا تاج کہا جاتا ہے۔ ریاست کی سرحدیں دنیا کے پانچ ممالک چین، بھارت، پاکستان، افغانستان اور جمہوریہ تاجکستان سے ملتی ہیں (۲)۔ قدیم ترین ادوار سے ہی یہ خطہ پڑوس کے ممالک سے مذہبی، فکری اور سیاسی طور پر متاثر ہوتا رہا ہے۔ قدیم ایام سے لے کر ۷۲۵ء تک کشمیر پر ہندومت اور بدھ مت کے پیرو راجاؤں کی حکومت رہی ہے۔ مگر ان ادوار میں بھی ترکستان اور افغانستان کے راستے ایران کے تمدن وثقافت کے اثرات کشمیر تک پہنچتے رہے (۳)۔ کشمیر قدیم زمانے سے ہی وسط ایشیا کی ریاستوں سے ملا ہوا ہے اور ان ریاستوں میں ایران کشمیر کے لیے ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔

کشمیر میں اسلام حملہ آوروں کے زور زبردستی سے نہیں بلکہ مرحلہ وار ایران وترکستان سے آئے ہوئے مبلغین کے ذریعے پھیلا۔ ان مبلغین نے نہ صرف کشمیر میں اسلام پھیلایا بلکہ بہت سے ہنر بھی متعارف کروائے (۴)۔ جس سے کشمیر میں معیشت نے بہت ترقی کی۔ آٹھویں صدی ہجری کے شروع تک کشمیر پر ایرانی اثرات زیادہ واضح اور مستقل نہ تھے۔ لیکن ۷۲۵ء کے بعد ایرانی تہذیب وتمدن براہ راست کشمیر پہنچے اور یہ خطہ فارسی زبان اور فارسی معاشرے کے زیر اثر آ گیا۔ حضرت سیّد شرف الدین کو کشمیر میں اسلام کا اولین مبلغ سمجھا جاتا ہے۔ اُنھوں نے ہی روابط کا افتتاح کیا اور پھر یہ سلسلہ بلا انقطاع چل نکلا۔ مبلغین ایران گروہ در گروہ وادی کشمیر میں وارد ہونے لگے اور خطے کا گوشہ گوشہ اللہ کے ذکر سے گونج اُٹھا (۵)۔ حضرت سیّد شرف الدین نے فارسی زبان ہی کو ذریعہ بنایا اور اس طرح انھوں نے وادی میں اسی زبان شیریں کو رواج دے کر ایران د کشمیر کے تعلقات کو مزید مضبوط اور مستحکم کیا۔ سادات کے زیر اثر، سلاطین نے اور خود سادات کرام نے میر سیّد علی ہمدانی کی رہنمائی میں جگہ جگہ خانقاہیں اور مدرسے قائم کیے۔ جہاں نَومسلموں کو مذہبی اور روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم وادب کی تعلیم بھی دی جانے لگی۔ عربی اور فارسی زبان کو زبردست فروغ ملا اور سب سے نمایاں اثر جو کشمیری زبان پر پڑا وہ رسم الخط کی تبدیلی کا تھا۔ پہلے کشمیری شاعری اور نثر بلکہ تمام تصنیف وتالیف کا کام شاردا اور سنسکرت رسم الخط میں ہوتا تھا۔ حتیٰکہ مسلمان بھی قبروں کے تعویذ اور کتبے شاردا اور سنسکرت ہی میں کندہ کرواتے تھے لیکن اسلامی انقلاب کی وجہ سے عربی اور فارسی رسم الخط حیرت انگیز طور پر نہایت سُرعت سے رواج پاتے گئے۔ یہ نہایت ہی اہم اور بڑی تبدیلی تھی جو دوررس نتائج کی حامل تھی۔ اس سے کشمیری قوم ایک نئی ثقافت اور وسیع ترین علمی دُنیا سے آشنا ہوئی (۶)۔

فارسی اور عربی علوم کے پھیلاؤ کی وجہ سے کشمیری زبان ولغت پر زبردست اثر پڑا۔ پہلے کشمیری

زبان بالکل سنسکرت آمیز تھی جو عوامی مزاج کی صحیح نمائندگی نہیں کر پاتی تھی۔لیکن اسلامی علوم وفنون کی ترویج سے عربی، فارسی اور ترکی کے ان گنت الفاظ، تراکیب، محاورے، روزمرے اور ضرب الامثال کثرت سے کشمیری زبان میں شامل ہو کر اس کے جزو لانیفک بن گئے۔کشمیری زبان سے سنسکرت کا اثر اور اس کے الفاظ سرعت کے ساتھ ختم ہوتے گئے(۷)۔

ایران اور کشمیر کے روحانی روابط کا سب سے بڑا ذریعہ میر سیّد علی ہمدانی ہی ہیں۔آپ شریعت اور طریقت کو ایک ساتھ تطبیق دینے والے بزرگ تھے۔سیّد علی ہمدانی سے قبل کشمیر عجیب طرح کی ابتری کا شکار تھا۔اُنہوں نے نہ صرف کشمیر کو مذہبی طور پر سنوارا بلکہ وادی میں ایران اور وسط ایشیا کے ماہر اور تجربہ کار کاریگروں، فنکاروں اور دستکاروں کی ایک بڑی تعداد کو بھی لا کر آباد کیا۔جنھوں نے علوم وفنون میں عوام کی رہنمائی کی اور وادی میں پشمینہ سازی، قالین بافی، شال بافی، پیپر ماشی، جالک دوزی، سوزن کاری، جلد سازی، چاندی اور تانبے کے ظروف، لکڑی پر نقش سازی، چکن دوزی اور کاغذ سازی کو رواج دیا(۸)۔آپ نے علم وادب کی ترقی کے لیے سرینگر میں ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تعمیر کروایا۔آپ کے مریدوں نے بھی کشمیر میں فارسی زبان کی ترویج وتعمیر میں بھرپور کردار ادا کیا۔ڈاکٹر علامہ اقبال نے وادی کشمیر میں انقلابی تبدیلیاں رونما کرنے پر شاہ ہمدان کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے:

مرشد آں کشور مینو نظیر میر و درویش و سلاطین رامشیر
خطّہ وا آں شاہِ دریا آستیں داد علم و صنعت، تہذیب و دیں (۹)

حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ اور اُن کے رفقاء کی پیہم مساعی اور سلاطین کی سرپرستی سے جو ثقافتی اور تہذیبی انقلاب بروئے کار آیا، اس کے اثر کے تحت کشمیری شاعروں اور ادیبوں کے ذہنوں کے دریچے کھل گئے۔فارسی اور عربی زبانیں اور ان میں تحریر شدہ نظم ونثر تنوع کے لحاظ سے بھی بے انتہا وسیع ہے۔ابتدائی دور میں ان سب تنوعات اور اسالیب واصناف کے اولین تجربے حضرت نند ریشیؒ کے کلام میں ملتے ہیں۔آہستہ آہستہ کشمیری شاعری میں حمد، مناجات، نعت، منقبت، قصیدہ، مدح، مرثیہ، نظم، مثنوی، غزل، قطعہ، رُباعی شامل ہوتے گئے اور یہ انقلاب فارسی اور عربی علم وادب کے عام ہو جانے سے ہی برپا ہوا(۱۰)۔مثنوی فارسی شاعری کی قدیم صنف ہے، جو اپنی گنجائش اور ہیئت کے لحاظ سے نہایت ہی وسعت کی حامل ہے۔ حضرت امیر کبیرؒ نے فارسی علم وادب کو اپنی قائم کردہ درس گاہوں کے ذریعہ عام کیا۔فارسی مثنوی بھی اسی دور میں کشمیر پہنچی۔حضرت شیخ نُور الدّین ریشیؒ کے بعد مثنوی لکھنے کا رواج بتدریج بڑھ گیا اور آج کشمیری شعری ادب کا سب سے ضخیم حصہ مثنویوں پر مشتمل ہے۔یہ سب کچھ سیّد علی ہمدانیؒ کی کاوشوں سے ہی ہوا۔مثنوی کشمیر کی مجلسی اور سماجی زندگی کا جُزو لانیفک بن گئی۔کشمیری مثنویوں میں مذہبی قسم کی مثنویوں کو اولیت حاصل رہی۔

فارسی زبان میں لکھے گئے اکثر قصے اور مثنویاں کشمیری زبان میں ترجمہ کی گئیں۔ اسی طرح فارسی میں تحریر شدہ رزم نامے خصوصاً شاہ نامہ فردوسی طوسی بھی ترجمہ کئے گئے۔ اسلامی ادب وثقافت کا اثر کشمیری ادب پر گہرا ہوتا گیا یہاں تک ہندو شعرا بھی اپنی مثنویوں میں حمد، نعت، مناجات جیسے اسلامی موضوعات پر لکھتے رہے (۱۱)۔ مولانا رومی کی مثنوی کا اثر کشمیری شاعروں پر بھی نمایاں رہا ہے۔ اگر چہ ایسی کوئی تحریر نہیں کی گئی، لیکن حضرت رومیؒ کی مثنوی کے اکثر موضوعات کشمیری شاعری پر چھائے رہے (۱۲)۔

حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانیؒ اور ان کے ساتھیوں نے فارسی اور عربی علوم اور ادب کو خطہ کشمیر میں جس طرح پھیلایا، وہ ایک بے مثال کارنامہ ہے اور اس کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی ہے۔ انہی علوم اور ادب کی اشاعت اور اثر کے تحت کشمیری زبان اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ بہ سرعت اثر پذیر ہوتیگئی، اور یہ اثر شعر وشاعری پر خصوصی طور پر بہت گہرا اور نمایاں طور پر ہوا۔ حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ اور اُن کے رُفقاء کی تبلیغی مساعی جب بارآور ہوئیں تو کشمیری علماء وفضلاء نے قرآن، احادیث، حالات وفرمودات پیغمبرؐ وصحابہؓ اور اولیائے کرامؒ کی زندگی اور اقوال پر مبنی موقعہ ومحل کی مناسبت سے وعظ کی تقریریں تحریری طور پر تیار کیں۔ جن کو وہ وعظ کی صورت میں مساجد میں عوام کے سامنے مخصوص انداز میں بار بار دُہرا کر پیش کرنے لگے۔ اِن تحریری تقریروں کو واعظ اور مبلغ حضرات اپنی خاص اصطلاح میں وعظ مجلس کہتے تھے۔ ان کے ذریعہ کشمیری زبان وادب پر فارسی اور عربی زبانوں اور ادب کے گہرے اثرات مرتب ہوتے گئے۔ فارسی اور عربی علوم اور ادب کو سرعت دینے میں وعظ مجالس نے اہم کردار ادا کیا۔ یہ کشمیری نثر کے اولین نمونے ہیں اور ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے (۱۳)۔

ترقی پذیر زبانوں کے ادب کو مالا مال اور سرمایہ دار بنانے میں تراجم نے ہمیشہ اہم ترین کام انجام دیا ہے۔ انہی کے ذریعہ زبان، ادب اور علوم وفنون کو فروغ اور وسعت حاصل ہوئی ہے۔ سلاطین کی سرپرستی میں ساداتِ کرام نے مدرسے اور خانقاہیں بنا اور بنوا کر اسلامی علوم، عربی اور فارسی علم وادب کی تعلیم کو نہ صرف عام کیا بلکہ خود مقامی زبان سے شناسائی حاصل کر کے تبلیغ اسلام کی مہم کو تیز تر کر دیا۔ سنسکرت زبان جو پہلے بھی اپنی یخ بستگی کی وجہ سے ایک قلیل اور مخصوص طبقہ تک محدود تھی، اپنی بے لچک فطرت کی وجہ سے اس کا حلقہ اثر اب سکڑنے لگا۔ اس کے برعکس عربی اور فارسی علوم کے دروازے سب کے لیے کھلے تھے۔ فارسی زبان تمام کاروبارِ زندگی میں اپنی مٹھاس اور شیرینی کی وجہ سے دخیل ہوتی جا رہی تھی۔ اگر اسے سرکاری سرپرستی نہ بھی ملتی پھر بھی یہ مقامی آبادی اور زبان وادب پر ضرور اثر انداز ہوتی (۱۴)۔

مسلمانوں نے ضرورت کے تحت سنسکرت پڑھی اور سنسکرت میں لکھی گئی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ بعد میں ہندوؤں نے بھی فارسی میں تحریر شدہ کتابوں کا سنسکرت میں ترجمہ کیا۔ لیکن ان زبانوں کی کتب کے ساتھ ساتھ کشمیری زبان میں تصنیف شدہ کُتب کا فارسی میں ترجمہ کیا جانے لگا۔ مُلا احمد نے شیخ نورالدین رشیؒ کے کشمیری کلام کا فارسی زبان میں مرأۃ الاولیاء کے نام سے ترجمہ کیا۔ حضرت بُلبل شاہ نے کشمیر میں نو مسلموں کی ضرورت کے لیے بنیادی اور ضروری دینی معاملات، عقائد اور فرائض پر ایک کتاب رسالہ ضروریات دین تصنیف کی۔ اسی کتاب کو مدنظر رکھ کر بعد میں کشمیری زبان میں فقہی مسائل اور عقائد پر سلیس اور آسان نظم میں مختصر کتابچے تحریر کیے (۱۵)۔

حضرت امیر اور ان کے دیگر رُفقاء کے لائے ہوئے ثقافتی انقلاب کو کامیاب بنانے میں فارسی زبان کا وہ وافر ذخیرہ بھی شامل ہے جو وسط ایشیا، بخارا، خراسان، بلخ، بدخشاں اور دیگر شہروں سے آئے ہوئے قسمت آزما شعراء، ادباء، طبیب، ہنرمند اور موسیقار وغیرہ اپنے ساتھ کشمیر لاتے رہے۔ یہ سلسلہ نہ صرف عہد سلاطین اور چک دور میں جاری رہا بلکہ مغل اور پٹھان دورِ حکومت تک چلتا رہا۔ بہر حال کشمیری زبان میں بھی انہی علوم وفنون کے اثر کے تحت غیر مذہبی ادب وجود میں آنے لگا اور پھر مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوتا گیا۔ خالص عشقیہ غزل، عشقیہ مثنویاں، قصے کہانیاں، کشمیری عربی و فارسی گرائمر، صرف ونحو کے ابتدائی قاعدے، موسیقی وطب کی کتابیں، ہجویات، طنزیات، ظرافت، لوک کہانیوں پر مبنی منظوم قصہ، داستانیں یہ سب فارسی زبان و ادب کے پھیلاؤ اور اشاعت عام کی وجہ اور وساطت سے ہی کشمیری زبان میں داخل ہوتی گئیں۔ اس طرح سے اسلامی ثقافتی انقلاب کی وجہ سے کشمیر میں شعر و ادب کو پہلی بار عوامی سطح تک لایا گیا۔ (۱۶)

سیّد علی ہمدانیؒ کی وفات کے بعد بھی ایران وکشمیر کے روحانی ولسانی رشتے برقرار رہے۔ آپؒ کے لائق فرزند میر محمد ہمدانیؒ ۷۹۸ھ میں تین سو عُلما، صوفیا اور فضلا کے ہمراہ کشمیر پہنچے۔ اسلامی تہذیب وتمدن کا جو پودا حضرت سیّد شرف الدین نے لگایا تھا، وہ اب بارآور ہو چکا تھا۔ اس ارضی مینوامین کے باشندے فارسی شاعری کے اس قدر گرویدہ ہو چکے تھے کہ وہ شیراز کے گوشہ نشین شاعر حافظ کے کلام پر رقص کیا کرتے تھے (۱۷)۔ کشمیریوں کی اس قدر دانی کی شُہرت سے ایرانی آگاہ ہو چکے تھے۔ ورود اسلام کے بعد کشمیر کے وسط ایشیائی ریاستوں سے تعلقات میں پہلے سے زیادہ گرمجوشی پیدا ہوئی۔ تبلیغ اسلام کا سارا عمل ترکستانی مبلغین اور علما کے ہاتھوں ہی سرانجام پایا تھا۔ اس میں جنوبی ایشیا کا کوئی دخل نہ تھا۔ اس لیے فارسی زبان

کشمیر میں رائج سنسکرت زبان پر آہستہ آہستہ غالب آنے لگی اور سلاطین کے عہد میں فارسی کشمیر کی سرکاری زبان قرار پائی۔ جو بدستور ڈوگرہ عہد میں پرتاپ سنگھ کے عہد تک اسی ورجہ پر رہی۔ کشمیر میں فارسی زبان کے فروغ سے دہاں کی مقامی زبانوں کشمیری، گوجری، پہاڑی اور بلتی وغیرہ میں بھی کثیر تعداد میں ترکی اور فارسی زبان کے الفاظ شامل ہوتے گئے، جس سے ان زبانوں میں بھی فارسیت جھلکنے لگی۔ کے واریکو لکھتے ہیں:

> With the introduction of the Islamic mode of government and the persian as court language in Kashmir under the Sultanate a large numer of Persian and Turki words got assimilated into the Kashmiri language.(18)

سلاطین کے عہد میں فارسی زبان و ادب کو خاصی ترویج نصیب ہوئی۔ خصوصاً سلطان زین العابدین کے عہد میں ایران و ترکستان کے صوفیا اور علما تو کشمیر پر بس ٹوٹ ہی پڑے۔ سلطان نے کشمیر میں فارسی زبان کو رواج دیا۔ یہ خود کئی زبانوں کا عالم تھا۔ اس نے سرینگر میں دارالعلوم اور دارالترجمہ قائم کروائے۔ دارالترجمہ میں مسلمان اور ہندو عالم شب و روز سنسکرت کی کتابوں کے تراجم فارسی میں اور فارسی کی کتابوں کے تراجم سنسکرت میں کرتے تھے۔ اسی سلطان کے عہد میں مہابھارت، راج ترنگنی اور کتھا سرت ساگر کے ترجمے فارسی زبان میں کیے گئے (۱۹)۔ اس کے علاوہ سلطان نے ایک دارالتصانیف اور ایک عظیم الشان لائبریری بھی قائم کی اور یہ لائبریری ایران و ترکستان کی لائبریریوں کے ساتھ برابری کرتی تھی۔ سلطان خود بھی فارسی زبان کا عالم تھا۔ اس نے فارسی زبان میں دو کتب تصنیف کیں (۲۰)۔ ان میں سے ایک تو آتش بازی کی صنعت پر مکالمے کی صورت میں تھی۔ دوسری کتاب شکایت تھی جس کا موضوع دُنیا کی بے ثباتی تھا۔ سلطان زین العابدین نے صنعت و حرفت کی ترقی میں بھی بڑی دلچسپی لی۔ یہی وجہ تھی کہ قالین سازی و شالبافی کی صنعت ایران سے کشمیر میں اسی بادشاہ کے دورِ حکومت میں پہنچی۔ کشمیری ہنرمند مہر سازی میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ کشمیر اسی لیے علوم و فنون، صنعت و حرفت اور فکر و عقیدہ میں ایران کے زیرِ نگیں رہا۔

کشمیر ۱۵۸۶ء میں جب مُغلیہ سلطنت کا سترہواں صوبہ قرار پایا تو اکبرِ اعظم کے ہمراہ فیضی اور ابوالفضل جیسے علما بھی کشمیر آئے۔ اسی زمانے میں اکبر نے ملا محمد شاہ آبادی کشمیری سے پنڈت کلہن کی کتاب راج ترنگنی کا سنسکرت زبان سے فارسی میں ترجمہ کروایا۔ مغلوں نے اپنے عہد حکومت کے دوران کشمیر میں تریسٹھ گورنر بھیجے جن میں سے دس فارسی زبان کے زبردست شاعر اور اصلاً ایرانی تھے (۲۱)۔ مُغلیہ عہد میں

خطہ کشمیر فارسی زبان وشاعری کا مرکز بن چکا تھا۔ ان ایرانی نژاد حکام نے کشمیر کو فارسی زبان وادبیات کے لحاظ سے بھی ایران صغیر بنا دیا تھا۔ مغلیہ عہد ہی میں ایران کے ہنر معماری، نقاشی ومصوری کو کشمیر میں نکھرنے کا موقع ملا۔ یہ ہنر مسجد و مدرسہ، خانقاہ وقلعہ اور کاخ ومزار میں آشکار ہوا۔ بھمبر کی مسجد منقش سے لے کر حضرت بل سرینگر تک کی تعمیر، باغ نشاط اور شالامار باغ سرینگر کی بارہ دری کی دیواروں پر نقاشی اور خطاطی کے نادر نمونے آج بھی موجود ہیں (۲۲)۔ فن خطاطی اور کتابت حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ اور دیگر سادات کی آمد کے ساتھ ہی کشمیر میں باقاعدہ طور پر متعارف اور رائج ہو گیا۔ سادات کرام کی اپنے ہاتھ سے تحریر کی ہوئی کتب اگرچہ ناپید نہیں ہیں لیکن نایابی کی حد تک کمیاب ہیں۔ لیکن حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ کے دست خاص سے تحریر کیا ہوا وقف نامہ اور اجازت نامہ (خلافت نامہ) جسے کشمیر میں خط ارشاد کہتے ہیں، موجود ہے۔ جو انہوں نے حضرت شیخ نورالدین رشیؒ کو کبروی سلسلہ میں آنے کے موقعہ پر عطا فرمایا تھا۔ یہ خط نستعلیق کا بہترین نمونہ ہے اور سرینگر کی خانقاہ معلٰی کے خاص ذخیرہ کتب کے ساتھ موجود ہے (۲۳)۔ سلاطین کشمیر نے بھی اس فن کی سرپرستی کی۔ سلطان زین العابدین نے خصوصی طور پر وسط ایشیا اور دیگر ولایتوں سے بہت سے ماہر مسلمان خطاط اور خوشنویس کشمیر بلائے۔ اس نے علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف کی لاتعداد نقول ماہر خطاطوں کے ذریعہ کتابت کروا کر نوشہرہ سرینگر کی جامعہ اور اساتذہ وطلباء کے استفادہ کے لیے وقف کر دیں۔ اسی طرح سلطان نے سینکڑوں کتابوں کو تیار کروا کے مختلف اطراف واکناف میں بھیجا اور یہی مثال دیگر سلاطیننے بھی اپنائی (۲۴)۔ کشمیر میں کاغذ سازی کی صنعت کا تعارف بھی میر سیّد علی ہمدانیؒ اور اُن کے دیگر رفقاء کی کشمیر میں آمد کے ساتھ ہی ہوا۔ سادات کرام نے مختلف کتب کے سینکڑوں نسخے اپنے ساتھ لائے۔ یہ سب کتابیں کاغذ پر ہی تحریر شدہ تھیں۔ جب کہ اس وقت کشمیر میں کاغذ کے استعمال کا رواج نہیں تھا۔ لوگ بھوج پتر پر لکھا پڑھی کا سب کام انجام دیتے تھے۔ وسیع پیمانے پر پہلے پہلے قرآن مجید اور احادیث کی اشاعت کے لیے سمرقند سے بڑے پیمانے پر کاغذ منگوایا۔ سادات نے خود بھی اپنے اپنے علاقوں سے کاغذ ساتھ لایا تھا اور منگواتے بھی رہے۔ زین العابدین نے سمرقند ہی سے کاغذ سازی کے ماہرین کو بلایا، جنہوں نے یہاں آ کر کاغذ سازی کی صنعت کو قائم کرنے میں اور کارخانوں کی ماہرانہ تعمیر میں کشمیریوں کی رہنمائی اور مدد کی (۲۵)۔

مغلوں کے بعد جب افغانوں نے کشمیر کو اپنی سلطنت میں شامل کیا تو خراسانی تمدن نے اور بھی وسعت پائی۔ کشمیر کے جن فارسی گو شاعروں نے اس عہد میں نام پیدا کیا اُن میں شائق، توفیق، اشرف

دہری، سُکھ جیون مل اور بھوانی داس کا چرو قابلِ ذکر ہیں۔

سکھوں کا کشمیر میں ستائیس سالہ سفاک عہد بھی ایرانیت کی قومی بنیادوں کو گزند نہ پہنچا سکا۔ ڈوگرے جو کہ کشمیر کے آخری حکمران تھے وہ فارسی زبان و ادب اور شعر و شاعری کے کچھ خاص دلدادہ نہ تھے لیکن پھر بھی عہد رنبیر سنگھ کے دوران جموں میں فارسی زبان کی ترویج کے لیے مدرسے اور دارالترجمہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس میں سنسکرت کی کُتب کے فارسی میں تراجم کیے جاتے تھے (۲۶)۔

کشمیر پر ایرانی تہذیب ہر پہلو سے اثر انداز ہوئی۔ چونکہ اسلام ایران اور وسط ایشیا کے ذریعے ہی وادی کشمیر میں پہنچا۔ اس لیے وہاں کے مبلغین اپنی تہذیب بھی ساتھ لے کر آئے۔ کشمیریوں نے ایرانیوں کے بہت سے فنون لطیفہ بھی اپنائے۔ سلطان زین العابدین نے ملا جمیل خراسانی اور ملا عودی خراسانی جیسے نامور موسیقی دانوں اور طبلہ نوازوں کو مدعو کر کے کشمیر میں موسیقی کی ترویج کی۔

کاغذ سازی کی صنعت کے فروغ کے ساتھ ساتھ جلد سازی، دباغت اور سیاہی سازی کی صنعتیں بھی شروع ہوگئیں۔ خوبصورت اور مضبوط جلد بندی کے لیے ماہر جلد ساز پیدا ہو گئے۔ چمڑے کی دباغت کی صنعت فروغ پا گئی جبکہ یہ پہلے بالکل ہی موجود نہیں تھی۔ سیاہی کی مختلف قسمیں بنائی گئیں۔ یہ فنون بھی سادات کرام ہی اپنے ساتھ لائے تھے۔ ایسی سیاہیاں بنائی جاتی تھیں جو واٹر پروف تھیں (۲۷)۔

مسلمان جب ایران، وسط ایشیا اور دیگر ولایتوں سے کشمیر آئے تو اپنے ساتھ ترقی یافتہ نظام موسیقی بھی لائے۔ کشمیر میں اپنی آمد کے ساتھ ہی مسلمان لوگ اپنی موسیقی کو وراثت کے طور پر ساتھ لائے (۲۸)۔ اس وراثت کو صوفیائے کرام نے نہ صرف اپنایا بلکہ روحانی بنیادوں پر آگے بڑھایا۔ کشمیر کے اکثر سلاطین علوم و فنون کے مربی تھے۔ خود بھی عالم و شاعر ہونے کے علاوہ فن موسیقی میں بھی خاصا درک و تجربہ رکھتے تھے۔ مسلمان صوفی شعرا بھی موسیقی سے دلچسپی رکھتے تھے اور اس فن سے بخوبی واقف تھے (۲۹)۔

سادات کرام چونکہ تصوف کے مختلف سلاسل کے پیرو تھے۔ جن میں سماع سے شغل رکھنا جائز تھا۔ اس لیے وہ بھی اس فن کی سرپرستی کرتے رہے۔ اُن کے اور سلاطین کے اثر کے تحت ثقافت کا معیار بہت بلند ہو گیا۔ وادی میں فنون، ادب اور موسیقی کے کافی قدر دان پیدا ہو گئے۔ وہ موسیقی کے بہت دلدادہ تھے اور فنی شعور ان کے اندر بدرجہ اتم موجود تھا (۳۰)۔

کشمیری موسیقی پر سادات ہمدانی کبروی کی معہ مزمیر سماع کے ساتھ خصوصی دلچسپی کا گہرا اثر پڑا۔

حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ خود اعلیٰ پایہ کے شاعر اور سماع کے دلدادہ تھے اور سماع کے محیر العقول اثر کے تحت ہی انہوں نے کشمیری مسلمانوں کے لیے صبح کی نماز کے وقت مساجد میں اجتماعی طور پر اورادِ فتحیہ کی تلاوتِ بالجہر کو لازم قرار دیا تھا۔ اورادِ فتحیہ کی تلاوت بالجہر نے جو نمایاں کام انجام دیا وہ قابل تعریف ہے اور اس کے اثرات آج بھی دیکھنے میں آتے ہیں (۳۱)۔ صوفیائے کرام اور سادات عظام کے زیر اثر اور سلاطین کی سر پرستی کی وجہ سے موسیقی کو کشمیر میں زبردست فروغ حاصل ہوا۔ کچھ ایسے عظیم موسیقار اور فنکار پیدا ہوئے، جنہوں نے مختلف راگ راگنیوں کو ایجاد کیا اور باجے کے آلات ایجاد کئے اور اس کی اصلاح کی۔ کشمیر کے سلاطین بھی موسیقی کے شوقین تھے۔ درحقیقت وادی میں موسیقی کی بنیاد ایرنی سادات اور صوفیا نے ہی رکھی تھی۔ کشمیری موسیقی منفرد ہوتے ہوئے بھی ایرانی اور وسط ایشیائی موسیقی کے بہت قریب ہے (۳۲)۔

کشمیریوں کے لکھے ہوئے مخطوطات آج بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان میں اور ایرانیوں کے نوشتہ مخطوطات میں کوئی مُغایرت نہیں پائی جاتی ہے۔ کشمیر اور وسط ایشا کے کھانے پینے کے طور طریقوں میں بھی ایک خاص یکسانیت موجود ہے۔ اس ضمن میں عبدالاحد لکھتے ہیں:

> قهوہ، نمکین چائے، لواسہ، باقر کھأنی تہ کُلچہ چھہ نہ صرف کشیر منزے یأتی استیمال سپدان، بلی کہ چھ یم وسط ایشا ھَس منزواَریاھن جا یَن عام۔ کأشِر وازہ وانکی ضوروری جُز مثلن گوشتابہ، کبابہ، ھٹری مہ، پولاو، رِستہ، تہ روغَن جوش چھ کشیر علاوہ ایرانس مِنز تہِ عام تہِ مقبول رودمِتی اَمی ھشر کِنی أسی یَتھ کالہ کشیر ایران صغیر وَنان (۳۳)۔

> ترجمہ: قہوہ، نمکین چائے، لواسہ، باقر خانی اور کلچے نہ صرف کشمیر میں ہی استعمال ہوتے ہیں بلکہ وسط ایشیا میں بھی بہت سی جگہوں میں یہ چیزیں عام ہیں۔ کشمیری وازہ وان کے ضروری جز و مثلاً گشتابہ، رستہ اور ہریسہ کشمیر کے علاوہ ایران میں بھی بہت عام اور مقبول ہیں، اسی یکسانیت کی وجہ سے کشمیر کو ایران صغیر کہا جاتا ہے۔

کشمیر پر ایرانی تہذیب کے اثر کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ کشمیر میں پائے جانے والے برتنوں کی اقسام اور ساخت بھی ایرانی ہے۔ مثلاً ساوار جو قہوہ کے لیے استعمال ہوتا ہے یہ ایران ہی سے کشمیر میں آیا۔ اس کے ساتھ مکانات میں بھی ایرانیت پائی جاتی ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں کے گھروں میں وہی مشرقیت پائی جاتی ہے جو ایران کا خاصہ ہے (۳۴)۔ امیروں کے گھروں میں اگر قالین کا فرش ہے تو متوسط درجے

کے لوگ گبہ سے وہی کام لیتے ہیں لیکن بیٹھتے سب ہی فرش پر ہیں۔ اسی طرح کھیتی باڑی، صحن بندی اور باغات کی آرائش میں بھی ایرانیت صاف جھلکتی نظر آتی ہے۔

کشمیر اور ایران کے درمیان لسانی و ادبی روابط بھی عرصہ دراز سے قائم ہیں۔ کشمیر، ہمیشہ ایرانی مصنفین کی توجہات کا مرکز رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سنسکرت کشمیر کی علمی دنیا میں مخصوص طبقوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی اور فارسی ادب اور علم کا سورج غریب کسانوں اور مزدوروں کی اندھیری جھونپڑیوں میں بھی چمکنے لگا تھا (۳۵)۔ فارسی نے کشمیر میں بولی جانے والی زبانوں پر بھی اثر ڈالا لیکن کشمیری زبان خاص طور پر متاثر ہوئی۔ کشمیری زبان سے سنسکرت کے الفاظ کم ہوتے چلے گئے اور ساٹھ فیصد کے قریب فارسی کے الفاظ شامل ہو گئے (۳۶)۔ فارسی کے ہزار ہا الفاظ اور تراکیب کے کشمیری زبان میں داخل ہو جانے سے اس زبان میں وسعت، اس کے بیان میں رنگینی اور تخیل میں بلندی پیدا ہوئی۔

فارسی کا کشمیر سے خاص ربط رہا ہے اور یہاں کی علمی و ادبی زندگی پر فارسی کا بہت اثر پڑا ہے۔ گزشتہ چھ سو برسوں میں اس سرزمین سے فارسی کے ایسے عالم اور ادیب اُٹھے جن کا مقام فارسی ادب کی تاریخ میں گھٹایا نہیں جا سکتا ہے۔ چک شاہی حکومت کے دوران حسین شاہ چک کے زمانے میں میر علی اور نامی، علی چک کے عہد میں مہری اور یوسف شاہ کے دور میں محمد امین مستغنی نہایت مشہور، عالی دماغ اور خوش بیان شاعر گزرے ہیں۔ یوسف شاہ چک خود بھی فارسی اور کشمیری دونوں زبانوں کا اچھا شاعر تھا۔ یہ شعر اسی کا طبع زاد ہے۔

دلِ پُر دردِ من جاناں بسانِ غنچہ پُرخون است
چہ بے رحمی نہ پُرسیّدی کہ احوال دلت چون است (۳۷)

فارسی نویسوں اور فارسی شعرا کی خاصی تعداد اب بھی کشمیر کے طول و عرض میں موجود ہے۔ کئی ادیب اور شاعر کشمیری ادب میں فارسیت کو رواج دے رہے ہیں۔ وہاب پرے نے (۱۹۱۵ء) شاہنامہ فردوسی میں سے قصہ بہرام گور اور قصہ چہار درویش کو کشمیری میں منظوم کیا۔ محمود گامی عظیم کشمیری شاعر نے خمسہ نظامی کی تقلید میں خمسہ کشمیری لکھا (۳۸)۔ کشمیر میں اشاعت اسلام کے نتیجہ میں فارسی زبان کشمیر کے ہر شعبہ میں سرایت کر چکی تھی اور یہی وجہ تھی کہ ۱۹۲۴ء تک کشمیر کا سارا کاروبار حکومت فارسی زبان ہی میں چلتا رہا۔ کشمیر اس لحاظ سے خوش قسمت ترین خطہ رہا ہے کہ فارسی ادب میں اس کے متعلق جتنا کچھ کہا گیا اور جتنا اسے سراہا گیا ہے شاید ہی کسی اور ملک یا سرزمین کے لیے کہا گیا ہو۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) علامہ اقبال، ارمغان حجاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور،۱۹۶۴،صفحہ ۲۵۸

(۲) جی ایم میر، جموں وکشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں، مکتبہ رضوان میر پور، آزاد کشمیر، ۲۰۰۱،صفحہ ۳۱

(۳) صابر آفاقی، ڈاکٹر، جلوہ کشمیر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۸،صفحہ ۱۱۰

(۴) محمود آزاد، سیّد، تاریخ کشمیر، ادارہ معارف کشمیر، باغ، آزاد کشمیر، ۱۹۷۰،صفحہ ۲۶۸

(۵) محمد ریاض، ڈاکٹر، ایران کبیر وایران صغیر، مظفر آباد، آزاد کشمیر، ۱۹۷۱،صفحہ ۲۰

(۶) غلام محمد شاد، پروفیسر، حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ اور کشمیر، سرینگر، ۲۰۰۷،صفحہ ۱۱

(۷) ایضاً،صفحہ ۱۲

(۸) جی ایم میر، کوہستان قراقرم سے بحر قزوین تک، مکتبہ داستان لاہور، ۱۹۹۶،صفحہ ۱۶

(۹) علامہ اقبال، جاوید نامہ، اقبال اکادمی پاکستان لاہور،۱۹۸۲،صفحہ ۱۸۵

(۱۰) غلام محمد شاد، پروفیسر، حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ اور کشمیر، سرینگر، ۲۰۰۷،صفحہ ۲۵

(۱۱) ایضاً،صفحہ ۳۵

(۱۲) ایضاً،صفحہ ۳۸

(۱۳) ایضاً،صفحہ ۴۶

(۱۴) ایضاً،صفحہ ۴۹

(۱۵) غلام محی الدین صوفی، ڈاکٹر، کشیر، یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور، ۱۹۴۸،صفحہ ۵۰

(۱۶) ایضاً،صفحہ ۵۲

(۱۷) صابر آفاقی، ڈاکٹر، جلوہ کشمیر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۸،صفحہ ۱۲۰

(18) K. Warikoo, *Central Asia and Kashmir*, Gian Publishing House, New Delhi, 1989, P.94

(۱۹) صابر آفاقی، ڈاکٹر، جلوہ کشمیر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۸،صفحہ ۱۱۸

(۲۰) محب الحسن، پروفیسر، کشمیر سلاطین کے عہد میں، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۹۰،صفحہ ۱۲۳

(۲۱) محمد ریاض، ڈاکٹر، ایران کبیر وایران صغیر، مظفر آباد، آزاد کشمیر، ۱۹۷۱،صفحہ ۲۸

(۲۲) صابر آفاقی، ڈاکٹر، جلوہ کشمیر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۸،صفحہ ۱۲۳

(۲۳) غلام محمد شاد، پروفیسر، حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ اور کشمیر، سرینگر، ۲۰۰۷، صفحہ ۵۳
(۲۴) غلام محی الدین صوفی، ڈاکٹر، کشیر، یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور، ۱۹۴۸، صفحہ ۵۵۹
(۲۵) ایضاً، صفحہ ۵۷۷
(۲۶) ایضاً
(۲۷) غلام محمد شاد، پروفیسر، حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ اور کشمیر، سرینگر، ۲۰۰۷، صفحہ ۵۵
(۲۸) عبدالاحد آزاد، کشمیری زبان وشاعری، جلد اوّل، جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر، ۱۹۸۱، صفحہ ۱۹۰
(۲۹) محب الحسن، پروفیسر، کشمیر سلاطین کے عہد میں، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۹۰، صفحہ ۳۹۶
(۳۰) ایضاً
(۳۱) غلام محمد شاد، پروفیسر، حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ اور کشمیر، سرینگر، ۲۰۰۷، صفحہ ۵۷
(۳۲) سری ور، راج ترنگنی، کلکتہ، ۱۸۹۸، صفحہ ۲۳۳
(۳۳) عبدالاحد، پروفیسر، سون ادب، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر، ۱۹۸۱، صفحہ ۱۹۰
(۳۴) عبداللہ قریشی، آئینہ کشمیر، آئینہ ادب، لاہور، س ن، صفحہ ۱۵۷
(۳۵) عبدالاحد آزاد، کشمیری زبان وشاعری، جلد اوّل، جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر، ۱۹۵۹، صفحہ ۵۴
(۳۶) محمد دین فوق، شباب کشمیر، دارالتحقیق والاشاعت، لاہور، ۲۰۰۳، صفحہ ۱۷۷
(۳۷) عبداللہ قریشی، آئینہ کشمیر، آئینہ ادب، لاہور، س ن، صفحہ ۲۲۲
(۳۸) عبدالقادر سروری، کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ، سرینگر، ۱۹۶۸، ص ۶